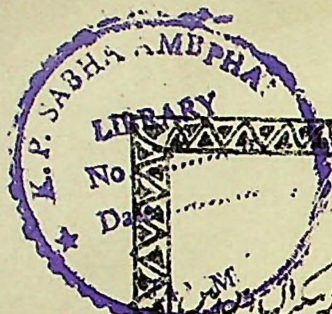


کرتن پر منظوم



مہابھارت اور بھاگوت کی سنگھیت اور دلچپ داستان
 بھگتوں کے حقیقی پریم کی جتنی جاگتی تصویر اور بھگوان کی کرپا
 کا دلہنہ و منظر بھگوت بھگتوں کیلئے بہترین کاہلہ نسخہ منظوم
 مصنف صاحب کاشمیری
 روکنا تھ حیر المتخلص بہ سفیر کاشمیری



عجائبِ مصیبت و دھوکے کو بھر پور اور
چمن اس میں گلاس میں ہیں اس میں ایمان اس میں
صداقت معرفت و اذہ حقیقت کا بیان اس میں

شعاع نور ذات کبریائی ہے عیاں اس میں
بہاؤ سناں ہے اعجازِ قدیم کی گل نشانی کا
نمایاں جاذبہ الف کاس میں لطف ہے پایاں

کرشن چمر

عجا بھارت اور بھاگوت کی سنگھیت
اور دلچسپ داستان

بھگتوں کے حقیقی پریم کی جیتی جاگتی تصویر اور بھگواں کی
کریا کا دلغوزہ منظر بھگوت بھگتوں کے لئے بہترین اور آسان نسخہ منظم

مصنفہ
روکنا چند چمر المتخلص بد سفیر کا شمیری

میں سنکر نہایت محظوظ ہوا
 یہ سیکھ کر کشتن جھگتی کی گنگا بہ
 رہی ہے

ماسٹر زندہ کول

بزرگوار ۱۹۵۵ء

شہری کرشمائے نئے

ناظرین گرام دیہہ سری کرشن چہر تر منظوم کوئی نئی چیز نہیں۔ وہی
پرانے مشہور آفاق پہلی شہس متروں کا اقتباس نہایت اختصار سے اور نئی طرز
اداسے لڑنے پھوٹے نظموں میں بمصداق پرانی میں معرفت نئی بوتل میں
بھگو ان سری کرشن کے پریمیوں کی ضیافت طبع کے لئے ہدیہ ناظرین ہے
مہا بھارت اور شرمید بھاگوت کے دلاویز اور شاندار طویل کرشن
چہر تر کو اپنی علمی کم بضاعتی کے زیر نظر نہایت اختصار سے نظموں میں
قبضہ کرنے کی غرض و غایت بغیر اسکے اور کچھ نہیں۔ کہ عام عظیم القوت
لوگوں کو عسومًا اور کرشن بھگتوں کو خصوصًا بھگو ان کرشن کے جیوں
اور ان کی مہم کا کم و بیش لطف اور شہد و چار من میں پیدا ہوا اور
ہزاروں دنیاوی مشاغل کی مصروفیت کے ساتھ ایک دو منٹ
کے لئے یہہ پرآم پو تر اور لا بھد ایک شغل بھی شامل حال رہ کر اس
جہنم اور پرلوک کی بہتر حال کا موجب بن جائے چوں کہ نیاز کمیش کو
بازار علم و ادب میں غایت درجہ احساس کمتری ہے۔ اس صورت
میں ناظرین گرام کو اس چھوٹے صحیفہ میں جوقابلیت معلوم ہر

وہ ناظرین کی اپنی قابلیت کا

ہی عام ہوگا۔ اس کے ساتھ ہر قسم کی بیانیہ سیریں تصور ہو سکتی
ہیں پس ہرے معرذ بھائی اس چہر تر کے نظموں کو علمی و ادبی نظر سے

مثابہ نفر ماویں۔ البتہ حقیقی پریم کے جذبات کا احساس
 کر کے شاعرانہ فن کے حیرانہ نقایص سے چشم پوشی فرماویں۔ بھانیکہ
 نیاز کیش علم و ادب اور شاعرانہ فن میں یکیت قائم بقاعدت ہے۔ عین
 ممکن ہے کہ پریم کے اصول کے زیر نظر ان لوٹے پھوٹے نظموں میں بھی
 شایقین کو قند مکرر کا لطف میسر ہو گا۔ اگر ایسا ہو تو یہ مہمبیری
 عین خوش قسمتی ہو گی۔

شاستروں اور بلند پایہ مہاتموں نے بھگتی یعنی پریم کی جو
 مہا پرکٹ کی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ بھگتی گیان سے جدا نہیں بلکہ
 گیان بھگتی کے مکمل ہونے پر سہا یک ہے۔ پورن گیان ہی پریم ہے۔ اور
 پورن پریم ہی گیان واقع ہے۔ پرا بھگتی اور گیان ایک ہی دستو ہیں بھگوان
 شرعی کہشن چندرا نے اپنے شرعی موحکہ سے گیت میں کہتے ہیں کہ:
 "یتام ستوتی گیت نام بھتام پرتم پور دکم۔ دوا می بودہ یو گم تم
 عینہ نام او پیانتے تی"

یعنی اس طرح جو منش مجھ میں من ترنتر لگا کر پریم سے میرا بھجن کرتے ہیں
 ان کو میں وہ گیان دیتا ہوں جس کے ذریعہ وہ مجھے پریت کر سکتے ہیں۔
 اس طرح جو منش ترنتر من کو لگا کر پریم سے بھگوان کا بھجن کرتے ہیں
 ان کے لئے بھگوان پھر کہتے ہیں کہ:-
 "شرودھا دان بیتے گیاتم۔ یعنی بھگت کو گیان کی پراپت ہو

پس بھگتی کے ذریں اصول کے زیر نظر صرف بھگوان کرشن کے دل خوش
 کن چرتک کے ضیل سے اور علم و ادب کے نظریہ سے بدلہ نہ کر رہے

نارنجینہ تحفہ فاطمہ بن قبول فرمائیں گے۔ اور اس کے سٹا لود سے اگر من
میں بھگوان سری کرشن کے پریم کا بھاؤ پیدا ہو۔ تو میں اپنی کوشش
میں سچل ہوں۔ بھگوان کرے کہ میرے پر بھی بھائی اس دنیا سے
فانی کی ہر ایک دست کو فانی اور آئی بھائی والی خبیات کر کے ایک پرچو
پریم آئندہ یو کے ساتھ پریم اور بھگتی کو ہی لافانی سمجھ کر بھگوان کے
شرن میں جاویں۔ اور ترن ترن من لگا کر اسکے ہی پریم سے سرشار
ہو کر سکھن کریں۔

پھر دیکھ میں ہمارے کیسی بہ رہو

ادم شہم

نیاز کش

روکنا تہ چمر سفیر کا شیر

پیرارہقت

کرشن پورن پریم ہے اور کرشن ہے روح حیات
 کرشن ہے جانِ جہان منزلِ راہِ نجات
 کرشن کی ایما پہ ہے موقوف کارِ کائنات
 جسکی ذاتِ پاک بے آغاز دے انجام ہے
 ذرہ ذرہ میں اسی الشور کا جلوہ عام ہے

کرشن کے خاکِ کف پہ ہے روشن مہرواہ
 یہ نلک یہ باد یہ برق اور یہ ابرسیاہ
 کرشن خود ہر روپ میں ہے رو نما خود جلوہ
 یہ شجر یہ شاخ گل یہ سبزہ یہ برگ گہاہ
 باغِ صحرا سحر و سحر و ہر برگ و شریہ کوہ سار
 یہ بہار و یہ خزان یہ صورتِ لیل و نہار

یوگ شکتی سے بنا خود نہینت عالم تمام
 جس کی مایا سے ہوا وحدت میں کثرت کا قیام
 خود عمل خود علت و معلول خود اس کا نظام
 معدنِ آئندہ ہے اور مخزنِ راحت مدام
 دیکھت یوگی ہے شغل دھیاں میں اسکا ظہور
 گیان سے گیانی کو ملتا ہے حقیقت کا سرور

کثرت عصیاں سے جب دل تنگ ہوتا ہے چہل
 اپنے بھکتوں کا سہا یک بن کے الشور ہر زبان
 دھرم اور اخلاق ہوتا ہے زلزلے سے نہلا
 بارہا ساکار کی صورت میں ہوتا ہے عیال
 پاپیوں کے باغِ مہنتی کو مٹ کر یکِ قدم
 دور کرتا ہے بساطِ دہر سے جو درستی

جگتِ بے کرشن کے چر نور میں ہے میرا پرنام
 آرزو ہے من میں قائم دھیان ہوا اس کا نام
 آنکھ کی پٹی میں ہو مرنی منور کا قیام
 درِ دل بے شرعی کرشن جی ہوا دن و رات

و مصال میں مومن کے دنیا کی کچھ آسگئی نہ ہو
زندگی بیکار ہے مگر کرشن کی بھگتی نہ ہو (آسگئی)
پریم یا بگاؤ

پہلا باب

پاپ کی کثرت سے تھا ظلمت کدہ سارا بہاں
ہر طرف سے دھرم کا مفقود تھا نام نشان
جبکہ پاپی تھے زمانے میں امیر کاروان
پاپ و انتہا چارے ہر سو تھا شور آلا مان
ہر دلِ ناستا و محوِ نالہ و فریاد تھا دھرم کا حامی جو تھا دنیا میں ناکی افتاد تھا

جب اندھیرے میں شور و دھوش کھو بیٹھے تھے سب
پیشہ حال زار اور قسمت کو رو بیٹھے تھے سب
یاس و حسرت میں پریشاں حال ہو بیٹھے تھے سب
بیکسی میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے سب
تب ہی خود بھگوان کو بھگتوں کے حسبِ مدعا
شکلِ انسانی میں بہرِ اسدِ آنا پڑا
کہنشل کا بھارت میں ہر سو جو رواستہ باد تھا
محوِ خوف و رنج و غم ہر خاطر ناستا دھا
قتل کا غارِ نگری کا شور تھا بیداد تھا
ظاہر کلند بھارت آشتیاں برباد تھا
ہر طرف تھا فکر و آسیب و مصیبت کا سماں
لوہ گر تھا اس زمین کی بیکسی پر آسماں

جس قدر راجے تھے سارے کنش کے ہزار تھے
منشین وہم لڑا ہم صحبت و دوسا نہ تھے
ہم وہم مجلس ہم آہنگ ہم آواز تھے
سب سب برباد یے مخلوق میں ممتاز تھے
وہم کی گردن تھی خم اور پاپ کا پرچم بلند
وہم کے حامی تھے محبوبس و امیر قید و بند

دیو کی بے پروا بھی تھے کنش کے زیر غتاب
کالے بادل میں تھاں جیسے ہو نور آفتاب
قید خانہ ہی کا دونوں کے لیے جاں کا عذاب
آتش سوزاں میں جوں بے بال پر مرغ کباب
ان کے سب معصوم بچوں کو مسلسل بے قصور

قتل کر ڈالا کہ نا باقی نہ ہو مہم فتنہ
ساری دنیا اس اندھیرے وقت میں گھبر گئی
اس قدر ظلم رستم سے جب زمین تھرا گئی
ہیکسی اور بے بسی ہر چار سو جب چھا گئی
پھر دیا لوائی شوری طاقت میں جھنجھٹا گئی
دیو کی کے گرجہ سے بھگوان نے پایا ظہور
تاکہ اپنے دست قدرت سے کریں آفات دور

پیکر انسان میں بھگوان آگئے ابھی مکار
باغ عالم میں خزاں میٹ کر نئی آئی بہار
دیو کی پے پالے دیشن مٹا سب انتشار
خاطر بے پروا کو حاصل ہوا صبر و قرا

موہنی مہورت نے دونوں دل مسخر کر لئے
دو دل باپوس درشن سے مضطر کر لئے

جو شرن آئے جوئے بھگتوں کا ہے جائے پناہ
منہجی لیشودھا کے گھر کو کل میں لی اس نے پناہ
بے خبر اس دہ سے لیکن تھا کنش کی کج کلاہ
مختور ہی مدت میں ہی اس ظالم کو ہونا تھا تباہ

الغرض موہن ہوا ماں باپ کی آنکھوں سے دور
نند اور جھودھا کو قیمت سے ملا دل کا سرور

روہنی ماما کے تھے بلرام قی نوہ نظر
اور لیشودھا نند کے موہن بنے مٹ جبرگر

دو دن بھائی حسن میں تھے نظر خوشتر رات دن ہوتی تھی ناز و نعم میں انکی بسر

نند جی بٹو دھا کے گھر دن رات تھی بزم سرور

دودھ ماکھن مال و زر دلی فراغت کا دفر

ہر روز دیوار سے تھا سو رنگ کا منظر عیان قلمہ احزان تھا اک سرچشمہ باغ جناں
نند جی دھا حسن دلکش دیکھ کر تھے شادمان کرشن جی کی موہنی جھورت پہ نشید تھا جہاں

گو پیوں کا کرشن سے الفت کا یہ آغاز تھا

اور حقیقت کا اسی الفت میں مضمران تھا

شادمان تھا ہر کوئی گو گل کا بے حد و حساب ہر گلی ہر گھر میں جیتا تھا وف و چنگ و باب
ہر شجر ہر شاخ گل ہر سبزہ تھا مست شباب ان دنوں ہر ذرہ گو گل کا رشک آفتاب

جس جگہ جسم مجازی میں ہو ایشور جلہ کر

جھکتے ہیں اس خاک پر اندر اور بھماکے سر

حسن روز افزوں پہ نشید ہر کوئی پروانہ وار موہنی جھورت پہ من موہن کے سوچا سے نشاد
عارضہ گلگوں سے تھا نور خدائی آشکار خوشنما گل سے نئی پیدا تھی گو گل میں بہار

اس گل رنگیں سے رنگیں سر میں گو گل کی تھی

عرش بالا سر بندی میں جیس گو گل کی تھی

کنس کی تحریک سے جب لوپتا آئی وہاں شیر زہر آلودہ سے موہن کو پہونچانی زبان
ماہر راہ حقیقت کرشن نے کھولا وہاں دونوں پستان چوسکر پھونکا فسون بانسٹا

پوتنا دم توڑ کر ایک دم میں بیجاں ہو گئی

چھوڑ کر دنیا کو مہیدان فنا میں سو گئی

کھیلنا بچوں سے تھا بھگوان کو مرغوب جان سنا تھا اُس کے ہر زمان رہتے تھے گوال و گوپیاں
ہر گھڑی اس بزم میں تھی پریم کی گنگارواں تھا نہیں پر یہ سماں فرحت کا رشک آسماں

بنسری کی دھن میں تھے مسحور اہل دل تمام
مضطرب اور گوش برآواز تھے ہر صبح و شام

دوسرا باب

اب تو مومن بن چلے گائیں چراغ کے لئے اپنے بچپن کے زمانے کو بھانے کے لئے
پریم کا سندیش دنیا کو سنانے کے لئے اپنے شہید اودوں کے دل کو آ زمانے کے لئے
بنسری کی راگ کا اعجاز تھا یہ آشکار
چھوٹا تھا گویوں کے دل کا سب سے بڑا
توڑ کر سنسار کے بندھن وہ کیسے تھیں تمام بنسری کے نغمے ہائے جانفزا سے ہشا و کام
کرشن کے ساتھ اُن کی گزراں رات دن اور صبح و شام کرشن کی صورت پہ شہید اور دلرب اک کرشن نام
گوپیاں تھیں سنگتیاں اور کرشن جی بھگوان تھے
پریم کے قانون سے وہ ایک دل اک جان تھے
گویوں کی زندگی تھی وقف مومن کے لئے تن بھی اور من بھی چھا اور اپنے حسن کے لئے
ہر گھڑی پہ میں ترستی تھیں وہ درشن کے لئے شوق سے کرتی تھیں وہ تیاریاں بن کے لئے
شاق تھا ایک لمحہ بھی دُور میں مومن کے بغیر
جسمہ لذت جہاں سے ساطر نازک کا سیر
گوپیموں میں را دھکا دیوی کا فضل تھا مقام جیسے تاباں محفل ہنچ میں ہوا ہاہ تمام
حسن کی خوبی میں یکتا سے زماں تھی لا کلام پریم میں ہری کرشن کے منشا رہ سنی تھی مدام
کرشن کا دل میں تصور کرشن ہی کا دھیانا تھا
کرشن ہی آرام جہاں اور کرشن اُمیں کا پران تھا

گوئیوں کے پریم کا ہو کس طرح اظہار حال عشق انسانی ہے بس ہم درجہ میں پایمال
 پریم کہتے ہیں جسے وہ آپ ہے اپنی مثال پریم وہ جذبہ ہے جس میں جذبہ میں سب قیاس
 شاہراہ خاص ہے منزل پہ جانے کے لئے
 بے خطر رستہ ہے یہ الیشور کو پائے کے لئے

تیسرا باب

رفتہ رفتہ کرشن جی کو جب شباب آنے لگا اور سرکش کنس کا دل شک سے گھبراتا لگا
 خواب میں بیک جاہل اُسکو نظر آنے لگا دل ہی دل میں رات دن خوف میں کھاتا لگا
 کہ لیا قاصدِ رواں جو من کو لائے کے لئے
 اُسکو لاکر اپنی قسمت آزمائے کے لئے

جب چلا کر در شاہی حکم سے دھڑ پر سوار دل میں اُسکو سوچ کر پیدا ہوا صبر و قرار
 سوچتا تھا کرشن جی میں شکل انسان کر دگا مالک کل ماہر دانہ نہان و آشکار
 خوش نصیبی سے مجھے ہوگی قدرِ مہوی بھیب
 ہے مبارک کام اور وقت سعادت ہے قریب

نند جی کے گھر میں جب اکر ور پونچھا شادماں پوچھتا تھا شام اور بلرام کا نام و نشان
 اتنے میں ہی شام اور بلرام بھی آئے وہاں پھر عقیدتِ شفقت اور الفت کا دریا تھا روان
 تجھیں ادھر سے پیار کی باتیں ادھر عجز و نیاز
 باتوں باتوں میں کھلا کر ور کے آنے کا راز

رات کا مٹی طبع کو تیار سب جانے کو تھے شوقِ دل سے حکمِ سلطانی بجالانے کو تھے
 اہل برزخ کو بھی ہمراہ لے جانے کو تھے اپنے کرتب سب کو متعرجا کے دھلانے کو تھے

جسکو چلنا تھا چلے آکر در تھا رتھ پر کھڑا
 شام جی بلرام جی کو ساتھ لیکر چل پڑا
 گوپیوں کا تھا غم افزا اس زمانہ در و فراق
 کرشن کی ہجرت تھی ان کے خاطر ناکی پر شاق
 خاک میں غلطان دیسیاں تھیں تہ نبیلی روتی
 گر یہ مذاری سے تھی مشرم و جیبا بالائے وانی
 اشک کے موتی نگل عارض یہ دھولے اس طرح
 برگ گل پر قطرہ سبب ہم جھکے جس طرح
 کرشن سے وہ دیویاں کہتی تھیں اپنا دستان
 موم تھے پتھر بھی سنگر گر یہ آہ و فغان
 اے شفیق دلنواز اے دلربا ای جان جان
 لے سراپا ناز باغ حسن کے سرور وصال
 جاتے ہو کس باغ کی زینت بوٹھانے کے لئے
 چھوڑتے ہو ہمکو بار غم اٹھانے کے لئے
 کیا ہمارے دل کا اب صورتِ دروں کا کام ہے
 کیا ہماری الفت و شفقت کا یہ انجام ہے
 پریم کے اذکار کا کیا ہمکو یہ العیا ہے
 کیا غمِ فرقت میں اب رو نہا ہمارا کام ہے
 کرشن کو واپس کر لے اگر وہ سنگیں دل بن
 دور کر ہم سب کے دل سے رنج و آلام
 چشمِ ہجرت میں سے جب اکبر نے دیکھا یہ حال
 گوپیوں کا جذبہ الفت جدائی کا ملال
 کرشن جی سے یوں کہا اگر دہلے تو تھکناں
 آپ ہی ہیں گوپیوں کی دلہن ہی کی ہے مجال
 ان کی دھارس باندھ کر الفت سے رخصت کیجئے
 دیکھ کر سچی لگن وادِ جنت دیکھئے
 گوپیوں کو کرشن اور بلرام نے سمجھا دیا
 راز اس دنیا سے نافرہام کا بتلادیا
 پھر کبھی فرصت میں مل پائیں گے یہ وعدہ دیا
 ہر زمان بھگوان کی ہو یاد، یہ فرمادیا
 کرشن جی بلرام اگر وہ اب روانہ ہو گئے
 گوپیوں کے ہوش ابلے ہوتی گا، رو میں کھو گئے

پتو تھا باب

اہلِ محضر کے دلوں میں کرشن کی تھی انتظار
 وارِ دِستِ حقرا ہوئے جب رام کرشن آئی بہار
 کرشن اور بلرام باز اوروں میں جب آنے لگے
 لوگ فرطِ شوق سے پھول رہے پتہ برساتنے لگے
 کنس کے دھوبی کی تھی بھگو ان کے ہاتھوں قضا
 چھینک کر پوشاک شاہی زیب تن خود کر لیا
 چلے چلتے پشتِ خم لپکا کا سیدھا کر لیا
 اس کو پیریا کے عموں حسن و جوانی کی عطا
 دھنش کو توڑا جو تھا مضبوط مشہور جہاں
 کنس کے تفویض تھا بھگو ان شکر کا نشان
 ایک ہی دن میں کئے بھگو ان نے ختم اتنے کام
 باغ میں شب کوئے جو استراحت نشا دکام
 صنم کو اب کنس بد انجام کا تھا انتظام
 اپنے اعمالوں کا ملنا تھا اسے اب انتقام
 پھلو انوں کا اکھاڑا گرم تھا اور منتظر
 کنس بد اندیش اپنے تختِ نور پر جلوہ گر
 قصر شاہی کے طرف موہن روانہ ہو گیا
 تھی اس کے ساتھ تھے اور رام بھی ہمراہ تھا
 پہلی دیوڑھی پہری اک بدست ہاتھی نٹا کھڑا
 راستہ جانے کا تھا محدود راستہ تھا کڑا
 شام اور بلرام کا عجائبِ قدرت تھا یہی
 ایک حملہ میں ہی ہاتھی گر پڑا اور جان دی
 تھے اکھاڑے میں تماشا ہی سبھی خاص و عوام
 شام اور بلرام کی صورت سے تھے وہ نشا دکام
 نازک انداموں کو تھا چند درازہ تک سے کام
 اونچے مسند پر تھا زیبِ تخت کنس بد رنگام

جب ہوئے زور آ زار دونوں بہادر زوردار

شام اور بلایم کے اک وار سے دونوں تھے پار

ہاتھ میں بھگوان نے لی جلد تر ایک شیخ تیز کنس کو اپنی جگہ سے اب نہ تھی راو گر پیز
اک لکڑ سے ہی گرایا تاج کنس بد تمیز اور کیا اک وار سے اُس کو جہاں سے رنجیز

کنس بد خو ہو چکا اب رہتے ملک عدم

دھرم کے حامی تھے شاد اور پیووں کا سر تھا خم

خاکِ بخوں میں مل گیا تاج سر فرماں روا روح شہزادوں کی جس کے دم سے ہوتی تھا فنا
سارے منسوبے ملے مٹی میں جب آسمان تھا دم کے دم میں ہو چکی معرہ دم تھا کی فضا

ایسے ظالم کی ہوئی از مارح سے مٹی خراب

اک گنہ آلودہ کی جس طرح سے روزِ حساب

دیو کی بسد پوسے مل کریم دونوں نامدار آگیا ماں باپ کا خاطر میں تسکین و قرار
لے لیا آغوش میں دونوں کو بے صبر و قرار ہر طرف سے اب خزاں مٹ کر نئی آنی پار

کرشن کی مایا تھی یہ اور کرشن کا ابھی زخما

کنس کا قیدی پلاک میں شاہ با مجاز تھا

پانچواں باب

اب سداہن کی کہانی کو کریں گے ہم یہ قسم جس کے سننے سے ٹھیکے باب اور رنج و الم
پریم ہودل میں فروزا اور شادی و فرحت بہم کچھ سمجھ آئے گی بھگتوں کی فضیلت پیش و کم

چھوڑ کر آتش سمجھی دنیا سے ناہنجوار کی

کس طرح تھے بھگت نے اپنی کشتی پار کی

عالم طفلی میں جب شخصیں ودیا کیلئے
کرشن کے ہم مکتب اک ساتھی سدا ماں جی بھی تھے
کرشن کے استاد ساندھین مقرر ہو گئے
دونوں منظور نظر استاد کامل کے ہوئے

پانی کا متلاشی

ایک ہی چشمہ سے دونوں آبِ حیات پیتے تھے
ایک منبع سے ہی دونوں کام جو تھے کامیاب

خلافتِ اُستاد میں دونوں کمر بستہ مدام
صدقِ دل سے تابع فرماں تھے وہ شکرِ خدام
دونوں سے ان کا گرو محفوظ تھا اور شاد کا
ان خوش اطواروں کو تھی تعلیم حالِ صبح و شام

جنگلی

لکڑیاں لانے کو اک دن بن گئے دونوں روہا
دونوں بھوکھے تھے مگر دن بھر لمبے بے آب و ہوا

ساتھ کچھ چنے سدا ماں کو تھے کھانے کے لئے
کرشن جی نے اُس سے بولا آزمائے کے لئے
کھار ہاتھنا وہ ساتھی سے چھپانے کے لئے
کھانے کیا ہو بھوکھی کچھ دو چبانے کے لئے
شوم بختی سے سدا ماں نے دیا کو را جواب

یہ سدا ماں کی نخوت کا تھا آغازِ حساب

یہ تسلیم ہے کہ انسان کام میں محتاج ہے
اپنے اعمالوں کی خود تعمیر کا محتاج ہے
فہم و دانش میں ہر اک جائزہ کا سردار ہے
اس لئے انسان خود اپنا دشمن اپنا یار ہے

خود اجر پاتا ہے اپنے ہی کئے کا ہر بشر
خود فراہموشی میں رکھتا ہے وہ غیروں پر نظر

طبعِ نفسانی سے کم ہوتا ہے اخلاق و شعور
طبعِ نفسانی سے آتا ہے محبت میں فتور
طبعِ نفسانی سے دو دوں ہوتے ہیں باہم نفور
طبعِ نفسانی سدا ماں کو ہوا وہ بہ قصور

بختِ بیت اک مٹھی چنے کی گر بھگوان کا

آدھ پر پہو پچاتا اپنے بخت کو اور شان کو

کرشن نے لایا نہ کچھ حرفِ نمکایت ہر زبان
جس طرح پہلے کتاب بھی دوست پر تو ظہر پان

آدھ
یعنی بلند

دکڑیاں بیکرے موتے جنگل سے اب گھر کو روانہ اور یہ تقسیم ہیں مشغول دونوں شادمان
 لغرض مدت تک ایسا ہی رہا دونوں کا حال
 پاگئے وہاں میں دونوں رتبہ اور ج و کمال

بن گئے بھگوان کرشن اب دوار کا کے تاجدار اور سدا ماں بخت بدست تمام صایہ کا لشکر
 حاکم قدرت تھا وہ ، یہ بادشاہوں میں شمار رازق کو مین وہ ایہ فادہ مستی سے نزار
 تابع فرماں اس کے دولت اور عیش تمام
 بیکسی اور خستہ حالی سے یہ نالاں صبح و شام
 اپنے اعمالوں کا پھل انساں کو ملتا ہے ورام کوئی مفلس اور کوئی آسودگی سے شاد کام
 یہ اٹل قانون قدرت ہے نہیں اس میں کلام بستہ نہ بخیر میں تقدیر کے خاص و عوام
 بھوک کر موتوں کا ہر اک ذرا روح کی تقدیر ہے
 کردہ نقد میر میں ناکام ہر تدبیر ہے

ددار کا اتھی بیگماں رفتی میں خیر و روزگار فقر غالی شاں فلک چما قطار اندر قطار
 چار سو نہریں رواں رشک جہاں باغ و بہار محو گل گشت انسا طویل سے ہر سو گلزار
 موت سے نا آشنا بیماریوں سے بے خبر
 لوگ سب آفات و آسیب جہاں سے بے خطر
 کرشن کا تھاد وار کا میٹان و شوکت سے قیام گرم تھی برزم سرور و شادمانی صبح و شام
 رانیوں بچوں میں تھے مخطوط دل محو کلام یاد آتا تھا کبھی دل میں سدا ماں کا بھی نام
 اک کرشمہ جسکی صنعت کا ہے بسا دی کائنات
 اس سے پوشیدہ ہے کیا پوشیدنی ہے کون بات

تھا سدا ماں اپنے گھر میں بستہ زنجیر غم اس کی رانی تھی سوشیلا پیکر رنج و الم
تھا نہ باقی اس کے گھر میں کچھ آسا میں ہم جس پہ گذران انکی ہوتی کچھ معاش آتا ہم
فاقد مستی سے فقط دونوں کی ہوتی تھی بسر
تھا سدا ماں یاد میں بھگو اس کے مقام و بحر

تنگ جب آئی سوشیلا یوں سدا ماں سے کہا غربت دافلاس کی اب ہو چکی ہے انتہا
مدتوں سے رنج و کلفت میں ہیں دونوں مبتلا کون ہے جواب ہمیں اس قید غم سے دے چھڑا
دین بندھو کر شن جی تیرا لڑکپن کا ہے یار
جا کے اس کے پاس ظاہر کر دو اپنا حال ار

جب سدا ماں نے سنتیں باتیں سوشیلا کی تمام سن کے وہ بولا میں مغلس ہوں وہ ہیں فی حشام
یہ کہاوت ہے کہ دست مار سار فعت میں بام سعی لا حاصل ہے ذرہ مہر سے ہو سمکلام
گم چہ میری ان کی سیو میں رہانی ہے محال
ساتھ کچھ سوغات لینے کا بھی رکھنا ہے خیال

اب سوشیلا جی کو تھی سوغات کی بے حد تلاش فکر سوغات اک طرف اور اک طرف فکر معاش
تخلہ سنی کس قدر ہے بہر انسان دلخراش اس عدد و رنگ آسمان سے جان من ہشیار
ہو گئی مقصد میں مشکل سے سوشیلا کامیاب
چاؤلوں کی ایک دو مٹھی کو کر کے دستیاب

دل سدا ماں کا تھا شوق اور شرم سے اب ممکن نہ شوق و رشن بھی مگر ذلت سے بھاڑے یہ بھی عار
دو تھادوں سے دماغ اس کا تھا محو انتشار دو خیالوں کے تضاد میں سے دل اس کا تھا نزار
سوچتا تھا میں ہوں مغلس کرشن میں شاہوں کے شا
سامنے ان کے میں کیسے جاؤں با حال تباہ

اب سوشیلا جی نے سمجھا یا اسے اسی جان جان کرشن جی کو کیوں سمجھتے ہو فقط شاہ شہناں

وہ ہیں ایشور وہ ہیں ہر فرد بشر کے راز داں وہ محیط جزو کل ہیں وہ نہیں ہیں وہ عیاں

اُن کے درشن سے ہی سٹ جائیں گے رنج و غم تمام

بھلتے ہی ہو جاؤ گے لشکین دل سے شاد کام

کرشن کی صورت سدا ماں کو تھی دل میں جاگزیں سو سنی جہورت تھی اُس کے نہانہ سدا میں مکیں

یاد میں بھگواں کے دلشاد تھا اپنے تئیں تھی شکن سے پاک سرو شکریہ میں اُس کی حسین

وہ دلب ایشور کا نام اور گیان سے مسرور تھا

حملہ لذات جہاں کی حد سے کوسوں دور تھا

دلوں تھا اور تڑپ تھی کرشن درشن کی اسے صدق نیت سے لگن تھی اپنے محسن کی اسے

خوابشوں سے پاک چاہت تھی نہ کچھ دھن کی اسے کھانے پینے کی ہوس پر و انہ کچھ تن کی اسے

پاکباز اور صاف دل رنج و کدورت سے نفور

اور ہر بھوکے دھیان میں ہی تھا اسے دل کا سرور

دوا کا کا اب سدا ماں کو اٹھا غالب خیال چل پڑا وہ دیکھ کر اچھا شوگون اور نیک ناں

دھرم کی جہورت سو شیدا مغلسی سے تھی بندھاں کہتی تھی سوامی کو اچھا جاؤ اب روشن ہے حال

دین بندھو کو اگر تجھ پر دیا آ جائے گی

فرحت و آسودگی یکدم بہم ہو جائے گی

دھیان میں بھگواں کے تھا اب سدا ماں کا مرن کر تھی اور دھوتی چٹھی میلی کیسی زیب تن

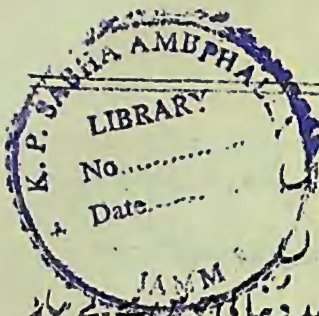
چھوڑ کر آتش جگت کی کرشن چروں میں لگن توڑ کر بندھن سمجھی جو رٹا غلط ایشور سے من

چاؤلوں کی پوٹلی کو تھا م کر چلت رہا

چھو کیسوئی جہاں سے بے خبر چلت رہا

منزل مقصد یہ پہنچا دوا کا آئی نظیر سائے آنکھوں کے تھا فردوس رضواں جلوہ گر

کرشن جی کو تھی سدا ماں جی کے آنے کی خبر حال سے واقف تھے وہ گو راز تھا پوشیدہ تر



خود بد و ست پیشوائی کو ہوئے چل کر دیا

اور سدا ماں کو لیا آغوش میں بے این آں

کہ شن کے آگے سدا ماں تھا بصدِ بحر و نبا نہ مست شوق دید دنیا کی ہوس کے لئے پیار
جیسے بینائی سے اندھے کی ہوں آنکھیں سرفراز نہ شاد تھا ہو کر میسر وصل یا ر دل نواز

جیسے ہو گنگاں کوئی مالک انبیا نہ

تھا سدا ماں کو متاعِ زندگی پیش نظر

ہو گیا محلات میں داخل سدا ماں شاد ماں میزبان سہری کرشن جی تھے اور سدا ماں مہمان

اک پلنگ زہر پہ جھلا یا گیا با عزت و شان اتنی عزت کا سدا ماں کو نہ تھا دھم دگماں

رکھتی اور کرشن جی نے دھو لئے مہاں کے پیر

اور پھر اس کہ کیا محبوبِ دل بھوجن سے سیر

سوچ تھا دل میں سدا ماں کو کہ میں ہوں اک گدا کچھ نہ کچھ بھگوان کو پہچان میں دھوکہ کر ہوا

میں فقیر بے نوا ہوں وہ ہیں ذاتِ کبیا عزت افزائی میری کس طرح رکھتے ہیں ردا

کہ بیشنِ انترا یا می اب گو یا سدا ماں سے ہوئے

مداؤں کے بھد پیا سے آپ کے دشمن ہوئے

یاد ہے پیاسے کتھے کس طرح پڑھتے تھے ہم ملے ساد میں کی سیوا پیار سے کرتے تھے ہم

شغل پڑھتے کا بھی رہتا تھا کبھی پھرتے تھے ہم چتر پھرتے تھے گاہے درختوں پر کبھی گرتے تھے ہم

تاریخ حکم کرو لاتے تھے بن سے لکڑیاں

اور کبھی چنے پھا جاتے تھے ہم مجھ سے نہاں

حال کچھ اب بال بچوں کا ہیں ہم دو سنا عمر گزراں کس طرح گئے تھو ہلکے دو بہت

گھر سے چرے سوغات بھی میرے لئے لائی ہو گیا ہاں دکھا دو مجھ کو اس سوغات کی ہے اشتہا

شرم سے غرقِ ندامت تھا سدا ماں سرسیر

تخفہ ناچیز تھا اپنا اسے زیرِ نظر

پوٹلی چاول کی پوشیدہ بندھی دھوئی میں تھی پریم سے بھگوان نے ہاتھوں سے اپنے کھول دی
 ایک دو مٹھی پیپ اپنے منہ میں ڈال دی لطف سے کھانے لگے پر سامنے تھی رکھنی
 ہاتھ روکا اور یوں کہنے لگی بھگوان سے
 بختے تجھ تے ہو کیوں سنا رکی ثروت اسے
 رکھنی دیوی سے تب بھگوان نے ہنسر کہا بھگو بے حد لطف یہ چاول چبانے سے ملا
 پریم ماگ ہے انوکھا اس سے ہونا آشنا مل گیا امرت سے بھی بڑھکر مجھے اس میں مزا
 جو زمین پر تھے گرے والے وہ رب ٹھو الے
 اور مرالے لے کے تب بھگوان سامے کھالے

چھٹا باب

آرزو درشن کی جب پوری سدا ماں کو ہوئی خانہ دل ہو چکا فکر و تردد سے تھی
 بال بچوں کی یکا یک اُسکو تب یاد آ گئی مفلسی کو یاد دلا کر لب پہ فریاد آ گئی
 استدعا بھگوان سے نصرت کی اب کرنے لگا
 گھر کی حالت سبوح کہ آہوں کا دم بھرنے لگا
 گھر سے جس مقصد سے آیا تھا رکھا دل میں نہاں مطلقاً کھولی نہ مطلب کے لئے اُس نے زبان
 گرچہ اُس کے گھر میں مدت سے تھا غفا آب ان دل سے نہ تھی تھا رضا پر گرچہ نہیں ہو یا چنناں
 وہ سمجھت تھا اُس کو بھی بھگوان سے سچی لگن
 سنا گئے مرنے والے برابر جانتا تھا اُس کا من

ہنسکر بھگواں نے رخصت سدا ماں کر لیا
پاکے رخصت پھر سدا ماں گھر و دانہ ہو گیا
سوچتا تھا دل میں خالی ہاتھ اب جاؤ لگا گیا
منتظر ہوگی سوشیلا اُس کو تہلاؤں کا گیا

پھر بھی خوشدل تھا قد بندی ملی بھگوان کی

نیک بختی اس میں مضمر ہے ہر اک انسان کی

بادل ناشاد جب وہ آگیا گھر کے قریب
کچھ نشان گھر کا نہ تھا موجود حالت بھی عجیب
ہر طرف نگراں تھا آنکھیں پھاڑ کر یکس غریب
جوں تلاش پستناں میں مضطرب ہو عندیہ

دل میں کہتا تھا سوشیلا کا کروں کیسے تلاش

ہو گئی مجھ سے جُدا افسوس وہ بہر معاش

گر سوشیلا ہو گئی مفرد گھر کو گیا ہوا
قصر عالی شاں یہ کس کا دیکھ پڑتا ہے کھڑا
اپنے آنکھوں نے ہی جھکو آج کیوں دھوکا دیا
ہر طرف سے ہے میرے مسکن کا منظر ہی نیا

کچھ دنوں میں ہی دگرگوں حالت تقدیر ہے

خواب کا منظر تھا وہ یہ خواب کی تعبیر ہے

جب سدا ماں تھا غریب بچہ آلام و محن
سامنے اُس کے ہوئی ظاہر سوشیلا خند زن
گیر پڑی پیروں پہ اور کہنے لگی اے جہان من
خوش نصیبی میں مُبدل ہو چکا حال کہن

کچھنے اب دور دل سے فکر و رنج و غم تمام

اپنے محلوں میں قدم رکھے گا اب با احتشام

کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتی سدا ماں کو یہ بات
اور سوشیلا کی طرف اُس نے نہ کی کچھ التفات
فی الحقیقت تھا سدا ماں اک بھگت اور بیکڑا
پاکب از قیاس سوشیلا بھی تھی فخر کا نبات

پر ذرا شک سے سوشیلا کی طرف نگراں تھا وہ

حالت موجودہ اُس کی دیکھ کر حیراں تھا وہ

پھر لبثا شت سے سوشیلا نے کہا اے جانمان
در حقیقت ہو گئے بھگوان غم پر محسوساں

آپ کے خاطر ہوئی اک پل میں یہ مایا عیاں
 قصر عیاشیاں فلک پیما و باغِ دستاں
 مال و دولت کی وفوری نوکر و حیا کر تمام
 منظرِ صنواں بنایہ آپ کا جائے قیام
 سا فقہ اپنے اب سو شہداء نے سدا ماں کو لب
 اور نئے محلات میں وہ محو نظارہ ہوا
 ہر در و دیوار ہر شے کی تھی زمینتِ دل رُبا
 ہر قدم پر اُس کو جنت کا تھا منظر و دمن
 دست بستہ نوکر و چاکر غلامی کے لئے
 آگئے سب اپنے آقا کی سلامی کے لئے
 سوچتا تھا خواب کا نقشہ کہ بیداری ہے یہ
 مفلسی میں مال و ثروت کی عملداری ہے یہ
 بیکی کل تھی نظر میں آج سرداری ہے یہ
 کرشن کے اعجازِ قدرت کی فسوں کاری ہے یہ
 اک نگاہِ لطف سے بھگواں کے یہ سب ہوا
 اُس پر بھوکو بھول کر اِس مال دوز میں لطف کیا
 اب سدا ماں کو تھا احسب حقیقت کا وفور
 گیاں اور ویراگ کا پیدا ہوا آنکھوں میں نور
 اب پر بھو مایا نظر آنے لگی نزدیک و دور
 کرشن کی بھگتی نے پایا شبیہِ دل میں ظہور
 ہو گیا محسوس دولت پر نہیں سکھ کا دار
 دایمی سکھ کا ہے ایشور کی شرن پر انحصار
 ایک دست و دست ہے اور ست ہے فقط ایشور کی ذات
 ذات سے پیدا ہوئے نام و صفات کا جنات
 نام و صورت کی یہ مایا ہے سر امر ہے ثبات
 کب است پر بھو متا ہے ماہرِ راہِ نجات
 پریم میں بھگواں کے سرشار مایا سے نفور
 پریم سے ہے گیان حاصل گیان میں لطفِ مژد

ساتواں باب

پانچ دہائیوں کے سر پہ جب پہنچی مصیبت کا سماں
نوحہ گر تھا ان کے حال بیکیسی پر آسمان
گھوڑے تاج و تخت عقل و ہوش و رخت کا نشان
سرنگوں اجلاس درویدھن میں تھے بے تاب

درویدھ دی دیوی جو جن عقل میں تھی بے نظیر

حکم درویدھن سے تھی دست دو شاخیں میں امیر

درویدھن کا
چھوٹا بھائی

کھولتا جاتا دو شاخ درویدھ دی کا تھا لباس
اہل محل جس قدر تھے مہربان اس پاس
ادب برہمنہ کرنے کو تیار بے خوف و ہراس
چشم حیرت میں سے جو دید پانڈو تھے اُداس

جے بسی میں درویدھ دی تھی رنج و غم سے پایمال

چھوڑ کر سب اس من میں کرشن کا باندھا خیال

دوار کا ناتھ اے شفیق و مونس غمخوار گاں
لے انیس میکساں اے چارہ چیارہ گاں
مگر ہوں کے رہنما اے یار خاک و فدا دگاں
داورارض و سماں مالک کون و مکان

ظالموں کے چنگ میں دلتنگ میکس ہوں بھینسی

میرے حال زار پر کو رو اڑاتے ہیں منہسی

تو معاون بیگمنوں کا عاجزوں کا غمگسار
تو محافظ بن میرا صاحب ذی اقتدار
تو ہی تو ہے جس پر میرے آبرو و کلمے مدار
میں شرن آئی ہوں بے آرام بے صبر و قرار

تبت دیا لو کرشن کی شکتی نے یوں پایا ظہور

درویدھ دی کے تن پہ میرا سن ہوئے بے حد و نور

کچھنی کیڑے دو شاخ کی ہوئی طاقت تمام
گھوڑے باقی رہی پر سچی باطل ناسخ تمام
قلزم حیرت میں ڈوبے اہل محل لا کلام
تھک کے جا بیٹھا دو شاخ درویدھ دی بھشاکام

اس طرح، عجیب قدرت کرشن کی کا تھا
بھگت دتس کرشن کی تو صیف کیا کچھ ہو گیا

بھگوان کرشن کے چہرہ میں

کرشن تو ہی منبع فضل و سخا و جود ہے تو ہی معبود جہاں تو منزل مقصود ہے
ترے ذکر خیر سے رنج و الم معفود ہے تیری بھگتی میں ہی مضمحل سودا و مہبود ہے
نام رٹنے سے ہی کٹے ہیں غم و رنج و ملال
دھیان سے پانا ہے انسان رتبہ اوج کمال
کس کے پیروں پر پڑوں میں کون ہے تر سے مخلص کیسے ہو میری گر نہ ہو تیری کرپا
جیو میں مایا کے پھندے میں اسیر و مبتلا کوندتی ہیں بجلیاں غفلت کی طوفاں ہے پنا
دکھ بھری دنیا سے عاجز ہوں تو ہے عاجز و انا
تو دیا ساگر ہے کر اپنی دیا سے سر فراز
تو ہے مایا سے پرے مایا میں تو ہی جلوہ گر تو تماشا تو تماشا ہی ہے تو ذوق نظر
عجز سے و منتی پر بھو میری ہے ہر شام و صبح کیجئے اب مجھ کو مایا کے اثر سے بے خطر
نام و شہرت جاء و حشمت کی نہیں چاہت تھی
رات دن بس آپ کی بھگتی میں راحت ہے مجھے
چھوڑ کر امید اجباب جہاں نے مہرباں آپ کو اور پر ترے اس محرم درد ہماں
گھل گیا عقدہ میری دل کی ہوسناکی کا یاں راز الفت ہمنشینوں کا ہوا سارا عیاں
منظر عالم میری آنکھوں میں بے وقیر ہے
جلوہ گر چشم منور میں تیری تصویر ہے

ہاتھ کیا خاک آگیا آخر خیال خام سے خواہش جاہ و چشم سے عزت و اکرام سے
لذتِ بزمِ طرب سے مئے سے جام سے صحبتِ ناہن شناس اصحابِ بد انجام سے
خود سری سے مستی و نخوت سے کچھ نہیں بچا

کہ چکا ہوں اپنی ہستی اپنے ہاتھوں سے تباہ
خود فراموشی میں خود داری کو غمگم کر چلا
چند روزہ زندگی بربادِ غفلت کر چلا
یوں ہوئی لہو و لعب میں راہِ گناہ عمرِ عزیز

بھول کر انسانیت کی شانِ ادراک و تمیز
مایلِ دنیا ہے کیوں تو اے دلِ دنیا پرست
ہر طرف ہے موجِ زنِ بحرِ فنا بالا و پست
بھول کر انجامِ کار اپنا ہوا بد حالِ مست
کھیل بچوں کی ہے شادی و غمی فتح و شکست

ہوش پیدا کر جنابِ آسائے ساری کائنات
ہے چلا چل کی رواں باو فنا ہر شش جہاں

ایک صورت پر نہیں ہے گردشِ بیل و نہار ایک حالت پر نہیں ہے دہر کو دم بھر قرار
اس مجازی نامِ صورت پر نہیں کچھ اعتبار ہے کہیں فصلِ خزاں و ہے کہیں فصلِ بہار
ہے دلِ شادوں نہیں دور دیدہ پر نہیں کہیں
محفلِ شادی کہیں اور محفلِ ماتم کہیں

منظرِ خوابِ شبینہ ہے گلستانِ جہاں
گامِ زن ہیں روز و شب سے عدمِ پیروں
پل میں مثل برق ہو جاتا ہے آنکھوں کے آئینوں
را نہ کھل جاتا ہے جب آتی ہے یادِ رنگاں
جیغِ اس دنیا کی فانی پر فدا ہو جائیں ہم

بندِ غفلت میں بند ہے سولی پر یوں سو جاتے
اس عروسِ دہر کا دل تو شیدا مئی نہ بن
وائفِ امرار بن تصویرِ رسوائی نہ بن
کھینکے عقل و ہوش سے مدہوش سودائی نہ بن
التجاسے باز آدستِ تمنائی نہ بن

اب نہ اے خوابیدہ قسمت محو خواب نازہ
 کچھ رہا ہے آسمان کچھ گوش برآوازہ
 شاد ہے دل میں سیلاب کرشن کی بھگتی ملی
 جو ٹھٹی جھٹا اور غم و افکار سے مکتی ملی
 دکھ بھرے سنسار کی من کو نہرا سکتی ملی
 راست باطل کی تیز و دہوش کی شکتی ملی
 دھیان ہے نقش جگر مری منور کا مجھے
 ورد لب ہے نام اک گو پال کر دھر کا مجھے

پہلا بھجن

اے کرشن نہ لے گا بھلا کون
 ہاں تیرے سوا دل میں سہا ایگا بھلا کون
 بکڑی ہوئی حالت ہے بنا ایگا بھلا کون
 تیری ہی پر تکیا ہے بھاگھیا بھلا کون
 تیرے سوا بھارت کا چین وقف خزاں ہے

ہر طاہر گلزار ایسا محو فغاں ہے

آجاکہ تیری صورت نہ میا پہ ہوں منقو
 اے مالکِ دل ہو چکا فرقت میں جگر خوں
 منقود ہے آرام دل و جاں میں غم افزوں
 شیدا ہیں تیرے مضطرب حالت ہے دگر گو
 اک بارہ دکھا بانگی ادا بنسری والے
 رنج و غم و کلفت سے چھر بنسری والے

دولت کی نہ چاہت ہے نہ راحت کی تمنا دنیا کے کھیسڑوں کی نہ عقبت کی ہے پروا

جینے کی ہو س موت کا خدشہ نہیں صلا نامحرم الفت ہوں صحبت ہوں سراپا

اک داغ ہے مدت سے تیرے ہجر کا دل پر

بل آن کے اے ماہر اسرار کرم کر

ہر بلا کے خاطر ہوئے مشہود بیک آں اک جھگت کی رکھشا کے لئے آگئے بھگوان

سنسار میں غلج گچ گیا ظالم کی جولی جان مصہوم کی بھگتی سے سب بھگتوں کی بڑی نشان

حیراں ہوں یہاں اب کوئی سر ملا نہیں ہے

اور پریم کے دھن سے کوئی دلشاد نہیں ہے

مصہوم بھگت دروہو اماں باپ نو امید چھوڑی جگت آشا رکھی بھگوان کی امید

بھگوان نے بخشا اسے وہ دولت جاوید تاباں ہے فلک پر وہ مثال مہ مخور شید

بھگوان نے درشن دے خود صورت انسان

اک پریم کے جذبہ میں یہ تاثر ہے پنہاں

درباسہ کے آنے سے ہوئی دروہی بہران بوجہ نہ تھا موجود ہوئی دل میں ہراساں

تب محو ہوئی دھیان میں بھگوان کے نالان من سے ہنسی شرں ہو گئی با حال پریشان

بھگوان اُسی دم ہوئے پیش نظر اظہار

معدوم تھے سب اُس کی کرپا سے غم افکار

بھگواں دبا لو میں خود بھگتوں کے گہناں
 ارجن کے بے فرط محبت سے وہ رتھیاں
 دل کھول کر دن بھومی میں ہی اسکو دیا گیا
 وہ گیاں کہ جس سے ہر طھی دنیا میں سے نشان

ارجن کو ہوئی راحت جاوید میسر

دایم وہ رہا کرشن کی شفقت سے مخمور
 بھگتی میں اُسے کرشن ہر اک سو نظر آیا
 نظر آئی اُسے ساپت بھی کرشن کی چھایا
 امرت بنا وہ زہر کہ تھا اُس نے جو کھو یا

وہ مست محبت تھی وہ تھی پیکر اسیت
 کرتے ہیں سب اس پریم کی دیو کیوں مسکا

وہ سور وہ تکی وہ کبیر اور وہ جیتن
 جیون ہوا جن کا فقط اک پریم کے ارین
 بھگتی کے وہ دل راہ وہ تھے پریم کے مخزن
 اُن سے ہی ہر اک وا دے پر خاندنی گشتن
 اس طرح سے بھگواں کو بھگتوں نے جگا دیا

ادہ پریم کا سنار کو سناریش سنایا

اب پریم سے خالی ہے فقط گیاں کا چرچا
 بو باس سے خالی ہو جوں گلہ ستہ زیبا
 دیا کھیا لوں کی بہتات سے ہر سو ہے نماشا
 کانوں کے پھٹے پر دے کہ وہ شور ہے برپا
 پر عشق حقیقی یہاں ہر دل سے نہاں ہے

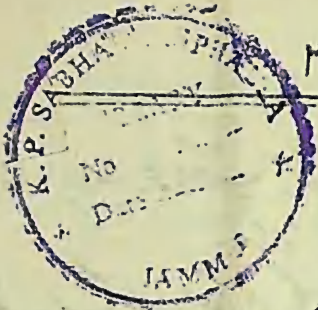
اب پریم کا وہ سوز وہ انداز کہاں ہے

خاموش سفیر ایک ہی رستہ یہ تو اب چل
 نزدیک تر آتا گیا اب وقت چلا چل
 سب عقیدوں کا سنار میں ہے ایک فقط حل
 یہ حل ہے وہ جس پریم میں سب اہل نظر مایل

بھگتی ہے بس بھگوان کی اکسیر جہاں ہیں

مکتی کی یہی ایک ہے تدبیر جہاں میں

نستہ



بھجن

دیو کی نندن تیری تصویر زیب پر کبھی
جان و تن اپنا بچھا کر کرتی تھیں بگے پیاں
ہر دل شیدا میں تیرے حسن و گلشن کی تھی یاد
آنکھ میں تیرا تصور نام نفا و دذبان
ہر طرف سے پریم و الفت کا تھا دریا موج زن
ہر زبان پر مقبول اغزا کار ناموں کا بیاں
تیرے نعروں کے اثر سے رنج و غم معدوم تھا
چار سو یکساں نظر آتا تھا مروت کا سماں
بنسری کی دھن میں مست بادہ الفت سے سب
خود فراموشی میں تھا کس کو غم سو دوزیاں
تیرے قدموں سے بیا بیاں رشک گلشن تھے تمام
تیرے حسن جالفر سے دشت تھے رشک خباں
جھومتے اشجار تھے اور رقص کرتی تھی صبا
ساتھ جب گلوں کے ہوتے بنسری لیکر رواں
راست چپ سے چل رہی تھی ناز سے گلوں کی فوج
چاند کے ہمراہ جیسے محفل سیار گان
آپ کی ہر چال سے پیدا تھی شانِ دلبری
اور ہر انداز سے تھی شانِ محبوبی عیاں

اپنی مایا سے جو دُنیا میں ہوا خود جلوہ گر
 اُس کے حُسن و زینت و عظمت کا کیا کچھ ہو بیان
 آتما بن کر تنِ خاکی میں گل میں رنگ و بو
 تازہ گی گلشن میں مہر و مہ میں نورِ ضوِ فِشاں
 جس کی ہستی ہے قائم ہستے ارض و سما
 ذرّۃ الذارحے جس کے منور ہے بہاں
 وہ سراپا نورِ حق وہ منبعِ دریا ہے حُسن
 پریم کا اوتار تھا شیدا تھیں اُس پر گوپیاں
 ساتھیوں کے امتحانِ طرزِ الفت کے لئے
 ہو گئے اک بار موہن اُن کے آنکھوں سے نہاں
 جستجو میں چھان مائے گوپیوں نے چار سو
 دشت و کوہ سار و بیاباں پر نہ ہاتھ آیا نشان
 چاند اور تاروں سے کرتی تھیں وہ استفسارِ حال
 ہر گل و اشجار سے کرتی تھیں حال اپنا سبیاں
 نازنین پیروں میں کانٹے چپ گئے چھالے پٹے
 فرطِ غم سے اشکِ خوین دیدہ تر سے رواں
 چاندنی میں گل کے سایہ پر تھا دو کھا کر کشن کا
 ہر شجر پر کر کشن کی صورت کا پیدا تھا گل
 مے تھیں مضطرب دل لرزہ بر اندام تھا
 خاموشی تھی یاس میں ناکام تھا حرفِ زباں

حد سے بڑھ کر بھی تجسّس سے نہ تھا تسکین نصیب
 حسرت افزا تھیں لگا ہیں سب کی سوئے آسماں
 ماہر راہِ حقیقت کرشن جھٹ پیدا ہوئے
 جیسے شیداؤں میں اپنے وہ بھی تھے مل کر دوا
 ماہِ کامل جیسے پیدا ہو شبِ دیحور میں
 دشتِ فرقت میں پیارے کرشن کو دیکھا عجاں
 مل گیا گویا گدائے بیسوا کو گنج زر
 عارضِ تر کرشن کا جب دیکھتی تھیں گویاں

کرشن کی فرقت میں اب بھی بقیاری ہے وہی
 کرشن درشن کی تڑپ میں آہ و زاری وہی
 درویدی کے سر پہ جب آف کاٹا تھا سمان
 کھینچ کر محفل میں لائے تھے اُسے اہلِ جفا
 چار سو ہنگامہ آرا تھی بداندیشوں کی بزم
 اور در پودھن برے افعال کا تھا نمنا
 حسرت افزا مہ جیس کی صورتِ معصوم تھی
 خوشنما کوئل تھی گویا بستہ دامنِ بلا
 اک طرف تھی بیکسی اور پاسِ عزت اک طرف
 سینہ سوزاں اک طرف اور لب پہ آہِ نارسا

عارضِ گلگوں پہ ڈھلتے اشک کے موتی تھے یوں
 برگِ گلُ پر قطرہِ شبنم چھلک دے چوں صبا
 صدیقِ دل سے کمرِ شن جی کا من میں تب باندھا خیال
 اور یوں کہنے لگی اے داوِ ارض و سما
 میری عزت دو گھڑی تک خاک میں ملنے کو ہے
 اس مصیبت سے مفر ممکن نہیں تیرے سوا
 سرنگوں میرے نگہباناں جو خاموشی ہیں سب

میرے حال زار پر خنداں ہے دُشتوں کی سجھا
 المَدَد وقتِ بارِ دُکاری ہے اے بھگوان آج

دیکھ میری عاجزی اور لاج رکھ عزتِ بچا
 تو ہی تُو ہے جس پہ قائم ہے میرے دل کی امید

فلزِ غم سے بچا اب مجھ کو بکرا خُدا
 وہ محیطِ جزو کلِ سری کمرِ شن بھگتوں کے شفیق

بہر امداد آگے خود سُن کے یہ حمد و ثنا
 اپنی شکتی سے بڑھائے درویدی کے پیرِ مہن

ایک ہی دھوئی درازی میں ہوئی لا انتہا
 زورِ بازو کھینچنے والے کا رخصت تھا تمام

غرق تھے بحرِ تخیل میں خرونا آشنا

درویدی کو ایک لنگاہ لطف سے بھگوان نے
 کہ لبِ چشمِ زدن میں بندِ کلفت سے رہا
 ہو چکا ہے جس کا من آلاشِ دنیا سے پاک
 یاد میں مشغول ہے بھگوان کے صبح و سنا
 پھر کسی آفت کا ڈر اس کے مُقدّر میں نہیں
 دھیانِ سمرن، ایک ایشور کا ہے رو صدیلا
 کہ شنِ مسجود جہاں ہے کہ شن ہے عاجز نواز
 سرکشوں کے واسطے ہے کہ شن پیغامِ قضا
 شاہِ درِ یودھن کی دعوت کب ہوئی منظورِ دل
 جب بدرجی کا سنا اُلفت سے عرضِ مدعا
 نعمتِ شاہی پہ سوکھے ساگ کو تر چھ دی
 ہر کوئی تھا پریم کے اوتار کا مدحت سیرا
 کہ شن کے پاس آیا درِ یودھن کہ تھا آغازِ جنگ
 اور ارجن بھی ہوا بھگوان کے آگے گھبرا
 نقی مدد کی آرزو تب کہ شن جی نے یوں کہا
 میں ہوں میری فوج ہے اب چن لو حسبِ مدعا
 فوجِ درِ یودھن نے زخمِ فتنہ دی سے چینی
 کہ شن واحد ذات کو ارجن سے برحق ہے چنا

خاک میں مغرور درِ پودھن ملا اور اسکی فرج
پانڈوؤں نے پالیا پہلا سا شاہانہ عروج

بھجن

اے جانِ جہاں اے راحتِ جاں گو پی پر یہ گردِ دھرم منموہن
یہ پران میرے یہ تن من دھن تجھے پر ہیں سچھا در منموہن
دل پر نہ فراق کا رشتہ اثر گر خواب میں ہی تو دل جانا
مُدت سے بھٹکتا پھرتا ہوں تیرے لئے در در منموہن

تم مالک ہو بھگوان ہو تم ختم پران میرے ہو جان ہو تم
مسجودِ اہل جہاں ہو تم اے پریم کے ساگر منموہن

تو غیر محبت افزوں ہو کر اپنے حقیقی شیدائے کو
اک بار چھب اپنی دکھلا دے بھگتوں کے ہمیشہ منموہن

طوفانِ تمنائیں یہ جاں ہے جسم سے خالی ہونے کو

جب بارغِ حیات مٹے پھر کب درشن ہو ملبس منموہن
تم بھگتوں کے دکھوائے ہو ناخیر نہ کرے مالکِ دل
اے جانِ غنیمِ فرقت ہے چھڑا شفقت کی نظر کر منموہن

نا صوم شعر و سخن ہے سفیر یہ پریم کے پھول ہیں چروں میں
لاکھوں ہی لکھا کرتے ہیں تیری تو صیف سخنوں میں

بھگوان کرشن کی یاد

مجھے ہے کرشن کنیا کی یاد دلیں سدا وہی ہے خالق کون و مکان و ارض و سما
وہی ہے دولت جاوید و منزل مقصود وہی ہے خانہ رول میں مکیں و ذات خدا
وہی ہے عالم و معلوم و علم و راحت کل وہی ہے راز حقیقت مجبطل کلمت
وہی ہے لازم و ضرور و وہی ہے راحت جا اُسی کے تاریخ فرمان ہے بقا و فت

اُسی کے دھیان سے دل کا غبار مٹتا ہے
اُسی کی ذکر سے سب انتشار مٹتا ہے

اُسی کے حُسن کی گلشن میں جلوہ آرائی اُسی سے سرو چمن کو ملی ہے رعنائی
اُسی سے مہر و میر و انجم خلک تاباں وہی تماشہ ہے دنیا کا وہ تماشا شانی
اُسی کے گیان میں گیبانی ہیں رات دن اُسی کے در پہ بھگت لڑتے ہیں جہنم سانی
وہی مراد دو عالم وہی ہے جائے سجود اُسی کے دید کے عارف ہیں سب منتانی

اُسی کے دھیان میں یوگی کو لطف حاصل ہے
جو اُس کی یاد سے غافل ہے عین غافل ہے

میرے من

میری بھی سن دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
 یہ خود سری تیری غفلت سے ما سوا کیا ہے
 تو سحر بھرتے ہے حرص و ہوس کا سودا ہے
 کبھی نہ سوچا روا کیا ہے ناروا کیا ہے
 پتھیریں کھا کے نہ مانے گر چہ لاکھوں بار
 درخشش نہ بدلی تیرا اس میں مدعا کیا ہے

مجھے بھی تیری بدولت ملی ہے ر سوائی
 و گر نہ عیب ہے کیا مجھ میں اور خطا کیا ہے
 میں تجھ سے آج سب افشائے راز کر دوں گا
 تجھے عسلیم شیب و فیر از کر دوں گا
 تجھے ہے علم کہ دنیا ہے خواب کا منظر
 بدلتے رہتے منظر ہیں لا تغیر دم بھر
 کسی بھی شے کو پتھر نہیں ثبات و قیام
 اب ہے گلشنِ رضوان ابھی ہے نار سفر
 جو کہ تھے رہنے تختِ شہی گدا میں آج
 گدا بر کل تھے وہ ہیں مال دار و صاحب دار
 کس سے ہے حالتِ طفلی کبھی حوائی ہے
 کبھی وصال کے سہانے سال خوردہ بشر

کبھی نسیم بہار اور کبھی تسخوم خزاں
 غرض غضب کا عدد رنگ ہے مقام جہاں
 تمہیں ہے شوق کہ دولت کی ہو فراوانی
 کہ پوری ہوں تیرا سب خواہشات نفسانی
 مگر نہ بھول کہ دولت ہے چند روزہ بہار
 کچھ اعتبار نہ اس کا ہے آنی اور جانی
 مثال برق چمکتی ہے وہ گھڑی کے لیے
 گر اپنی آج ہے کل بنتی ہے یہ بے گانی
 یہ ملتی اتنی ہے جتنی کہ ہو مقدر میں
 ہو سس ہے اس کا عیش و عشرت پریشانی
 نہ خواہشات کے افراط کا ہے عدد و حساب
 شمار میں نہیں آتے ہیں بجز دل کے جباب
 اگر غلام رہے خواہشوں کا فرد بشر
 تو زندگی کا اُسے مرحلہ ہے نازک تر
 ہمیشہ دہر میں حراماں لغیب رہتا ہے
 غلام دل کا جو بن جائے دل بنا افسر
 یہ خواہشات بشر کے لیے ہیں جاں کا عذاب
 جو ایک پوری ہوئی دوسری ہے پیش نظر
 غلام دل سبھی دنیا میں تشنہ کام رہے
 مٹے جہاں سے سکندر بنو لین ہٹے

بدلتی دنیا کے لذات میں ہے رسوائی
 ملے ہیں خاک میں اب تک سب کے شیرانی
 بساں عالم رو یا ہے یہ نظام جہاں
 پیر اسپر اہل ہو س جان و دل سے میں قربان
 گماں تھا ساتھ یہ دنیا چلے گی پر نہ چلی
 جنوں میں ملتے ہیں سب دستِ حسرتِ ارمیاں
 یہاں ازل سے ثبات و قرار ہے معدوم
 گریہ ہے ایک صداقت کا راز اس میں نہاں
 زمیں سے تابہ فلک جس قدر منظر ہیں
 فقط ہے ناظر نظر ارہ اک نہاں و عیاں
 ثبات اس میں دوام و قرار اس میں ہے
 گزر خزاں کا نہ ہو وہ بہار اس میں ہے
 یہ گریہ آنکھ سے پنہاں ہے پر ہے جان جہاں
 یہی ہے عنصرِ فلک و گرد و شش و دریاں
 یہی ہے تابشِ مہرِ فلک و آفتاب
 یہی رنگ گل و حسنِ عمارتِ خوں و باں
 یہی ہے تازہ گئے گلشن و بہارِ چمن
 اسی سے سینہ بلبل میں سوز و عشقِ نہاں
 یہی نظر ارہ یہی ناظر اور یہ منظور
 اسی کا جلوہ ہے ہر سو یہی ہے خود نگراں
 اسی کا گیان ہے تب ہی رنگاری ہے
 و گرنہ حرمِ جہاں ذلت اور خواری ہے

پیلے دل تو ہے غور اور فکر کا عادی
یہ میں نے تجھ سے حقیقت کی بات بتلا دی
نظام جسم کے حرکات کا ہے تو ناظم
تمام جسم کے افعال کا ہے تو ہادی
تیرا بھلا ہے جو تو سوچ لے میری باتیں
وگرنہ ہوگی تیری کج روی سے بربادی
مدارِ راحت جاوید ہے فقط تجھ پر
ہے سوچنے میں تجھے ہر طرح کی آزادی
یہ خواہشات یہ حرص و غضب ہیں دشمنِ جاں
تو ان کے ترکِ تعلق سے بن سکھ شاہاں

”سُہار کا انجام“

مسافروں کا ہے مجمع سرائی عالم میں
کوئی ہے نہ نیت مسند کوئی ہے خاک نشین
کوئی سوار کوئی پیادہ کوئی پایِ شکست
کوئی امیر کوئی ہے معاش کے غم میں
کسی کو شوقِ حقیقت سے عشقِ روحانی
کوئی گدا کوئی شادابِ حشمتِ جسم میں
کوئی اسیر کسی بُت کے کا کلِ خم میں

رواں رواں ہیں یہ سب جانبِ عدم کیساں

نہیں تمیزِ اجل کو یہ پیر ہے کہ جواں

غضب ہے پھر بھی یہ انساں غلامِ دُنیہ ہے
یہ سوچ کر بھی کہ انجامِ عمر کا کیا ہے
یہ مانکر بھی کہ چلتا ہے قافلہ ہر دم
یہ جان کر بھی کہ اک روز سب چلنا ہے
دل و دماغ ہے مدہوش بادِ غفلت
نیا ہی دل میں امنگوں کا جوش برپا ہے
درست ہے کہ انسان اشرف المخلوق
مگر جو سمجھے فنا کیا ہے اور بقا کیلئے

آلِ نیت کے مسند کو بھول کر انسان
مطیعِ نفس رہا مثلِ خمر تہِ پالان

سفیرِ ہند و نصائح میں کیا تیرا مطلب
 پہلے جڑ سے سے مٹا لو ج دل سے حرمِ غضب
 ہوا جو صاف دل کرشن جی کا و صبیان لگا
 مٹیں گے اس کی کہ پا سے تمام درخ و نقیب

پر بھوک کی یاد میں کافی ہے جس نے عمر عزیز
 پر بھوک سے ملتا ہے وہ کر کے ترک ہو لب

یہیں دنیا کو کیا کام راحم سمن سے

اُسے ستاتے ہیں مرنے پر اپنے ہی کرتب



جو جیسا بولتا ہے وہ کاٹتا ہے ویسا ہی
 اجر ہے نیکیوں کو نیکی، بدوں کو گمراہی

—————

تمام مشق

بتاریخ ۲۹ مئی ۱۹۵۶ء مطابق ۱۶ جیٹھ ۲۰۱۲
 فقط

To

The Larned
M. Larned School

St. Louis

818

I may say

at 2 o'clock

And we leave

on Friday

Thank you

Yours faithfully



Sheela



Don't forget
to pay
the
rent

and
the
rent